

ہفت روزہ

28
24

خدا مالِ دین

بسیکلا
میں شیعہ توحید و نبوت
شیخ الاسلام دارالافتاء

۱۴ / دسمبر ۱۹۸۳ء

یک از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

نمبر ۱۲ / ۱۹۸۳ء

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

نبی علیہ السلام کا امت پر حق

شیخ طریقت حضرت مولانا عبد اللہ اندامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-
بزرگان محترم، برادران عزیز! ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے والا ہے یہ سطرین چھپیں گی تو وہ شروع ہو چکا ہو گا نبی پاک علیہ السلام کی ولادت و وفات کا یہی مہینہ ہے۔ وفات کے متعلق ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مستم او طے ہے یکس ولادت کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضور علیہ السلام کے تعلق کے اظہار کے لئے مختصرے عرصہ سے اس مہینہ میں ایسی ایسی باتیں شروع ہو گئی ہیں کہ جن کا دور صحابہ دنا بعین چھوڑ کر چند سال پہلے بھی رواج نہ تھا۔ مشکل یہ پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ عمل کی قوتوں سے محروم ہو چکے ہیں اس لئے وہ اس قسم کی حرکات کر کے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یاد رکھیں حضور علیہ السلام کا اصل حق اس دین و شریعت کو دل کی

گہرائیوں سے ماننا ہے جو رب العزت نے انہیں عطا فرمایا اور پھر اس پر عمل کرنا ہے۔ وہ دین و شریعت اعتقادات سے لے کر معاملات و اخلاق تک کو گھیرے ہوئے ہے اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ آپ کو کھانا کیسے کھانا ہے؟ پانی کس طرح پینا ہے؟ جوتا کیسے پہننا ہے؟ غسل کس طرح کرنا ہے؟ بیت الخلا کس طرح آنا جانا ہے؟ دلی ہذا القیاس۔ ہر بات میں رہنمائی اور اتنی مؤثر کہ سبحان اللہ! امت نے آج کے دور میں اعمال خیر ترک کر دئے جن کی رہنمائی تھی اور کھیل تماشوں میں وقت گزارنا شروع کر دیا جس میں وقت اور دولت سب کا ٹونا ہے حالانکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی جوانی، عمر اور ذرائع آمدنی اور مدات مصارف کا سوال ہوگا جو ابھی کے بغیر کوئی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا۔ سوچیں کہ کتنا سخت وقت ہوگا۔ کوئی رشتہ دار منہ نہیں لگے گا، سب بھاگیں گے (التکویر) اور سورہ معارج میں ہے کہ مجرم سب پکھ دے کر نجات کی راہ تلاش کرے گا یکس ایسا ممکن نہ ہو سکے گا۔ کوئی سفارش، بدلہ، معاوضہ اور مدد نہ ہوگی (البقرہ) تو ایسے وقت میں یہ طرز عمل اور یہ انداز محبت کس کام آئے گا؟ نماز ہے نہ روزہ، اخلاق ہے نہ کردار، تو پھر یہی محبت کس کام کی۔ سورہ احزاب میں ہے کہ نبی علیہ السلام کا حق تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغفار دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے طور پر آگ میں کودنا خودکشی یکس نبی کا حکم ہو تو واجب و لازم۔ اب سوچیں کہ نبی کا کتنا حق ہے؟ ذرا خود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہم الدین



جلد ۲۹ • شمارہ ۲۴
۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۴
۱۶ دسمبر ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ اندامت

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل پی

اس شمارے میں

احادیث الرسول
باتیں ان کی یاد رہیں گی
موت سے پہلے آدمی
نبی علیہ السلام کا امت پر حق
سیرت انبی میں دعائیں
اسلامی نظام عدل
اخلاقیات نبوی

بدل اشتراک
سالانہ
۸۰/-
۴۵/-
۲۵/-
فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین صلاحی مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبد اللہ اندامت
مقام: اندون شیرازہ دروازہ، لاہور

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

ظفر احمد انصاری صاحب ایک بزرگ ہیں، کراچی میں مقیم، بانی پاکستان سے گہرے تعلق کے دعویدار اور آل انڈیا مسلم لیگ کے کوئی بڑے عہدہ دار ہونے کے مدعی۔ موصوف کی خوبی یہ ہے کہ ہر اقتدار سے وابستہ رہے، علانیہ یا پوشیدہ! موجودہ حکومت سے بھی ان کی گہری یاد اللہ ہے، اسی تعلق اور سابقہ خدمات کے سبب وہ دستور کی کمیشن کے سربراہ بنے۔ اب ارشاد ہوا ہے کہ "اسلام میں پارٹیوں کا تصور نہیں اور یہ بات شرک ہے"

اسلام میں پارٹیاں ہیں یا نہیں؟ اس پر ہمارا موقف ڈھکا چھپا نہیں ہم واضح طور پر ان کاموں میں کئی بار ان حقائق اور ان کی حدود کا اظہار کر چکے ہیں لیکن انصاری صاحب جیسے حضرات جو پارٹی بازی کی پیادار اور اب تک اس کا رول ادا کر رہے ہیں۔ وہ ایسی بات کہیں، تعجب ہے؟ اسلام میں اقتدار کا تصور کیا ہے؟ بندوں کو اس میں کیا رول ادا کرنا چاہئے؟ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ان سوالات کا جواب بڑا واضح ہے یکس بد نصیبی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس مملکت کا آدھا حصہ گنوا کر بھی ہمیں عقل نہیں آئی اور جس کے منہ میں جو آتا ہے کہہ گذرتا ہے۔ انصاری صاحب کا بھی یہی قصہ ہے۔ سچ ہے :-

..... آدمی ان سے نجات پاتے کیوں؟

صدر ضیاء الحق کے متعلق مرزائیت کا شوشہ اٹھا، اسباب واضح تھے اور ہم انہی کاموں میں اس پر تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں کہ اس دور میں مرزائیوں کو جو کھلی چھٹی ملی اس نے یہ گل کھاتے بعض نیک فطرت لوگوں نے اس مسئلہ کو موجودہ تحریک کی بنیاد بنانا

چاہا اسی لئے یہ شوٹہ اٹھایا گیا لیکن صدر ضیاء الحق نے معاملہ کھول دیا (گو کہ ضرورت اس اعلان کی نہیں جو کیا گیا ضرورت ان واضح اقدامات کی ہے جن کے سبب مرزائیت کسی قسم کی بدبختی اور شرانگیزی کا مظاہرہ نہ کر سکے)

بہر حال صدر صاحب نے اعلان کیا تو مرزائی پریس چیخ اٹھا اور ایسی ایسی لن ترانیاں مانگی جانے لگیں کہ توبہ بھل — لاہور نامی ایک پرچہ لاہور سے نکلتا ہے — سکہ بند مرزائی پرچہ، ۳ دسمبر کا شمارہ سامنے ہے وہ وہ فتنہ انگیزی کی گئی ہے کہ غیرت مند آدمی پڑھ نہیں سکتا — ہم جیسا کوئی شخص اگر ذرا سی بات لکھ دے تو ملک میں بمبو خپال آ جاتا ہے — حکومت بیچ اٹھتی ہے، انتظامیہ حرکت میں آ جاتی ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد کو نبی و رسول ماننے والوں پر کوئی قدغن نہیں — آخر ایسا کیوں؟

امریکہ اور روس دونوں ہی اس وقت پاکستان کے متعلق جو زبان استعمال کر رہے ہیں وہ معلوم ہے۔ مرزائی سامراج کا خود کاٹتے پودا ہے۔ برطانوی امپریلیزم اور امریکی سامراج کے گمشتہ کے طور پر اس کی زندگی

بہر ہوئی۔ پاکستان بنا تو اکٹھٹھات کی باتیں ہونے لگیں جن کا ذکر منیر رپورٹ میں بھی ہے۔ لیکن محکمہ اطلاعات اور مختلف انتظامی ایجنسیاں خدا معلوم کہیں سو رہی ہیں — اس قسم کے بے لگام قلم کار اور ایسی انتظامیہ کے ذمہ دار لوگوں کی حرکات دیکھ کر بیساختہ منہ سے نکلتا ہے — موت سے پہلے آدمی ان سے نجات پائے کیوں؟

۱۷ نومبر کے نوائے وقت میں عبداللطیف سیٹھی صاحب کا مضمون چھپا — الابر علماء اہلسنت کفر اللہ تعالیٰ سوا دم کے متعلق بدزبانی کی انتہا تھی۔ سیاسی اختلاف پر گفتگو ہوتی تو گوارا تھی لیکن یہ سیاسی اختلاف کا اظہار نہ تھا کچھ اور ہی تھا اس کا رد عمل ہوا لوگوں نے احتجاجی بیانات، جوابی مضمون ارسال کئے لیکن جن لوگوں میں سننے کا حوصلہ نہیں اور جو محض زبانی زبانی طور پر آدای رانے کے دعویدار ہیں وہ گاہے کو چھاپتے؟

کچھ شرفاء نے سانگلہ ہل کے کو سمجھایا کہ معذرت میں حوج نہیں لیکن پیشہ ور صاحب مقرض جوڑنا جانتے ہی نہیں — غالباً اس کا رد عمل تھا کہ دفتر نوائے وقت میں گزبڑ ہوئی — ہمیں معلوم نہیں کہ ایسا کرنے والے

کون تھے؟ ہم بہر حال اس قسم کے رد عمل کو پسند نہیں کرتے۔ اور اس کو بہر طور نامناسب خیال کرتے ہیں لیکن پی، این، سی، ای کے سیکرٹری جنرل مجیب الرحمن شامی صاحب جو آج کل نوائے وقت کے کالم نویس ہیں، خوب چیخے۔ جنگ اور نوائے وقت پر جب اسلامی جمعیت طلبہ نے حملہ کیا تو شامی صاحب اور ان کے احباب میں تلخی نہ تھی اب ایسا کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ مولانا مدنی کے نام پر ”ر“ لکھتے ”جرم“ میں ایک کاتب کو ادارہ سے الگ کرنے کے تاریخی مجرم ہیں اور کیا اس لئے کہ وہ اپنے جیسے قلم کار مستحقان کے چھیڑے چھاپ کر ابوالکلامؒ پر گندگی اچھالنے کا جرم کر چکے ہیں؟

اور اب چونکہ معاملہ انہی بزرگوں کا تھا اس لئے وہ آپے سے باہر ہو گئے؟ شعبہ صحافت پنجاب یونیورسٹی کے ایک سرکاری ملازم وارث میر نام کے بزرگ نے بھی نوائے وقت کے ذریعہ بہت کچھ اگلا لیکن ہم ان احباب اور عزیزوں سے گزارش کریں گے کہ

”عزیزان من! آج وقت کا ایک ایک لمحہ ہمارے خلاف ہے ملک کی سلامتی کو خطرہ ہے، استحکام وطن

خطرات کی زد میں ہے، آپ اس ملک کو اسلام کے نام پر بنانے والے اور آپ ہی کے رفقاء اب تک اس کو آئین و قانون سے محروم رکھنے والے، اور اس کے شب و روز کو مارشل لا کی سنگینوں میں جکڑنے والے ہیں! آپ ہی کے ہمسفروں نے اس کے دھمکے کئے — اللہ تعالیٰ سے ڈرو، قیامت کی مسؤلیت کا احساس کرو، قبر کے اندھیرے کو یاد رکھو، مدنیؒ ”آزاد“ اور لاہوریؒ و بخاریؒ اور ان کے قافلے کو بہت گالیاں تم نے دے لیں اس سے کیا تمہارے پتے پڑا؟ نفرتیں بڑھیں، عداوت اور دشمنی کے منحوس قلعے تعمیر ہوتے۔ اس لئے عزیزو! اب یہ دھندا ختم کر دو، شرافت، نجابت، انسانیت، دوسروں کا احترام کرنا سیکھو تو یہاں سکون ہو جائے گا، اسی ہو جائے گا اور اطمینان ہو جائے گا — اور ہم شرف النفس صدر مملکت اور ان کے انتہائی شریف اور نیک فطرت وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق سے عرض کریں گے اور بڑی محبت سے کہ اہل قلم کو اکٹھا کریں۔

سب کو نہ کہ سفید ہاتھیوں کو — اور کچھ ضوابط منقین کرا دیں اسی میں خیر ہے اور اسی میں بہتری — ہماری یہ گزارش مان لی جائے تو بہتوں کا بھلا ہوگا، ورنہ نسل نو اور غریب عوام ایسے اہل قلم، اخبار نویس، مدیران گراہی اور حکام و انتظامیہ کے متعلق یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ملک میں فقور ان کے سبب ہے اور وہ اس مصرعہ کو دہرائیں گے جس کا ذکر ہم نے پہلے بھی کیا۔“

بعض مدعیان علم و معرفت اتحاد اور انتشار کی باتیں بیک وقت کرنے کے لیے ماہر ہیں کہ الامان۔ غلام الدینؒ تو اتحاد کا بڑا خواہشمند اور اس کے بانی حضرت الامام لاہوریؒ قدس سرہ نے گہرے زخم برداشت کرنے کے باوجود سب کے لئے کلمہ خیر کہا اور سب کو سینہ سے دگانے کی سعی فرمائی — شکرا اللہ تعالیٰ مساعیم۔

لیکن یہ انداز نامناسب اور ناروا ہے کہ بزرگان تسلیج و در دل گاؤ خروال بات ہو یا پھری در بغل کا قلعہ دہرایا جائے۔ مدعیان علم و معرفت ایسی بات کریں تو اور باعث شرم ہوتی ہیں۔ غریب عوام اس وجہ سے مذہب سے بیزار اور

دینی اقدار سے دل برداشتہ ہوتے ہیں اور اہل علم سے متفق — اس کا نقصان بے حد ہوتا ہے اور وہ اوپر والا مصرعہ دہرا کر اپنی عقیدتوں کا مرکز کسی اور کو بنا لیتے ہیں۔ اس لئے اے محترم علماء گرامی اور مشائخ عظام! رحم کھاؤ اس امت پر، قوم پر، ملت پر اور خود اپنے آپ پر! اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

علم ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء
بقیہ: خطبہ جمعہ

آگیا اس میں آداب بھی، میسے مانگنے کا ڈھنگ بھی ہے، کیا مانگنا ہے کیا نہیں مانگنا گویا حضرت خاتم النبیین والمصوبین علیہ السلام کے ارشادات ہر نوع کے عرض ہو گئے تاکہ امت کو اندازہ ہو جائے کہ دعا کی کیا اہمیت ہے اور وہ کیسے مانگی جاتی ہے — آئندہ ہفتہ آپ کی بعض دعاؤں کا ذکر ہوگا جس سے آپ کی شان عبدیت کا اندازہ ہو سکیگا رب العزت، ہمیں ڈھنگ سے مانگنے والا بنا دے۔ آمین۔ بحکمہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دعائیں

جانشین شیخ الفقیر حضرت مولانا عبداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اما بعد ! بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز! حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب کو کس طرح پکارا؟ اور اس کے حضور کس طرح فریادیں کیں؟ اس کا ذکر گذشتہ چند صحبتوں میں ہو چکا ہے۔ اب حضور نبی کریم، رحمتِ دو عالم، امام الانبیاء، خاتم النبیین والرسول والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کچھ دعائیں عرض کی جائیں گی۔ جن سے جہاں یہ اندازہ ہو گا کہ امام انسانیت، قائدنا الاعظم الاکرم علیہ السلام نے کس طرح اپنے رب کے حضور نیاز مند کی، دُعا امت کو تعلیم بھی حاصل ہوگی۔

امت سے نبی کا تعلق

ہر نبی کو اپنی اُمت، بے حد تعلق ہوتا ہے اور وہ افراد امت کی خیر خواہی اور بھلائی چاہنے والا ہوتا ہے۔ علی الخصوص ہمارے آقا علیہ السلام کا جو معاملہ تھا

وہ سب سے ماسوا تھا امت کے لئے مسلسل دعائیں، اس کے معاملہ میں رحم کے جذبات اور اللہ سے فریادیں آپ فرماتے اور یہ تقاضا تھا آپ کے رحمہ للعالمین ہونے کا۔ چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں جن سے امت کے ساتھ تعلقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک خاص دعا جس کا ہر نبی کو موقع ملتا ہے، اس کا ہر نبی نے حق استعمال کر لیا لیکن میں نے اس مخصوص دعا کو ذرا مؤخر کر دیا ہے۔ اب اس کا حق میں قیامت کی ہولناک گھڑی میں بطور شفاعت استعمال کروں گا اور میری امت کا ہر وہ شخص جو شرک سے محفوظ گیا وہ اس دعا کے اثرات اور برکات سے فائدہ اٹھائے گا۔

(مشکوٰۃ ص ۱۹۴)

شرک کا استثناء آپ نے

اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں طے فرما چکے ہیں کہ مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔ جس نے رب العزت کی ذات، صفات، افعال کسی میں بھی شرک کیا وہ سب سے بڑا ظالم، مردود اور رحمت رب سے دور ہے اس کی بخشش کا سوال ہی نہیں۔

انہی سے دوسری روایت ہے جس میں حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میں بہر طور انسان ہوں میرے ہاتھ یا زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ تو اے اللہ! تو اس کو اس بندہ کے حق میں اپنے قرب کا قیامت کے دن ذریعہ بنا دینا۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کی زندگی بے حد محتاط ہوتی ہے کہ اسے رب العزت کی حفاظت نصیب ہوتی ہے لیکن اس کے باوصف حضور علیہ السلام کو اپنی امت سے جو تعلق ہے اس کا اظہار جس طرح فرما رہے ہیں اس پر غور فرمائیں۔

کہ عملی زندگی میں ذرا سی اور بچہ ہو جائے تو اے اللہ! اس تکلیف کو اس بندے کے حق میں اپنے قرب و رضا کا ذریعہ بنا دے۔

کچھ ہدایات

آپ نے دعا کے معاملہ میں کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ مثلاً فرمایا۔ دعا اس طرح نہ کرو کہ اے اللہ! تو چاہے تو مجھے رزق دے بلکہ جو مانگتا ہے وہ شک و تردید کے بغیر مانگیں۔ اس لئے کہ رب العزت تو جو چاہے کرتا ہے کوئی مجبور نہیں کہہ سکتا۔ تو آپ دعا میں ایسی بات کیوں کہتے ہیں۔ پورے عزم اور لجاجت کے ساتھ فریاد کریں۔ نتیجہ اس کی مشیت پر چھوڑ دیں اس کی جناب سے جو ظہور ہو گا وہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔

اسی طرح ایک ارشاد ہے کہ اگر شرائط کا لحاظ رکھ کر دعا مانگی جائے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ کسی ناجائز کام کے لئے نہ ہو۔ جیسے کہ مثلاً یہ دعا کہے کہ اے اللہ! مجھے فلاں کے قتل پر قدرت عطا فرما یا مثلاً یہ دعا ہو کہ اے اللہ! میرے اور میرے والدین کے درمیان بعد از دوری پیدا فرما دے۔ اس قسم کی

دعائیں بہر حال غلط، ناروا اور ناجائز ہیں۔ صحیح اور جائز مقصد کے لئے شرائط کے مطابق دعا ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ضرور پوری فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ جلد بازی سے بچیں۔ جلدی جلدی کے چکر میں جب فوراً دعا کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تو انسان مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ مانگتے تمہارا کام ہے، نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کس حال میں نکلے گا کب نکلے گا؟ اے وہ ہی بہتر جانتا ہے۔

پس پشتِ دعا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پس پشت جو دعا مانگتا ہے وہ بہر طور قبول ہوتی ہے۔ ہر انسان کے ساتھ موجود فرشتہ ایسی دعا کے وقت آئین کہتا اور اسے قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرتا ہے۔ اور دوسری ہدایت یہ فرمائی کہ اپنے متعلق، اپنی اولاد کے متعلق یا اپنے مال وغیرہ کے متعلق حالات سے گھبرا کر، پریشان ہو کر ہلاکت وغیرہ کی دعا سے احتراز کریں اور

اس سے بچیں اس لئے کہ بعض ایسی گھڑیاں ہوتی ہیں کہ ان میں بندہ رب سے جو مانگتا ہے وہ مل جاتا ہے۔ مانگنے کو مانگ لیا پھر اس کے مطابق نتیجہ نکلا تو مانگنے والے شروع کر دیا۔ ایسا عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ جہالت و نادانی ہے کہ بچنا ضروری ہے۔ انسانی زندگی میں مصائب آتے ہیں ان پر صبر و حوصلہ سے کام لینا چاہئے نہ کہ ان سے گھبرا کر ہلاکت و بربادی کی دعائیں آدمی شروع کرے اور پھر پچھتا نا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا کی اہمیت

ایک حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے دعا کو عین عبادت قرار دیا۔ دوسری میں دعا کو عبادت کا مفہر بتلایا۔ اور تیسری میں فرمایا کہ دعا سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی محترم چیز نہیں۔ ایک حدیث میں دعا کو ایسی قوت سے تعبیر کیا جس سے قصا لوٹ جاتی ہے۔ اول نیکی کے متعلق فرمایا کہ اس سے عمر میں اضافہ یعنی برکت ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو نازل ہو چکا اور جو ہونا ہے

سب میں دعا نفع دینے والی چیز ہے اس لئے تم لوگ دعا کو لازم پکڑو۔

قبولیت کے انداز

آدمی اپنی سوچ کے مطابق اپنی ضروریات اور حالات کا لحاظ رکھ کر دعا مانگتا ہے لیکن مقبول کرنے والا ہمارے حالات سے ہم سے کہیں زیادہ واقف ہے۔ اس کی قبولیت کے انداز اس کی اپنی رحمت کے مطابق ہوتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جو دعا مانگتا ہے یا تو وہ بعینہ قبول ہوتی ہے (اس میں بھی فرسی یا دیر کا مسئلہ اپنی جگہ مستم ہے) یا اس دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کسی برائی اور مصیبت کو اس سے ٹال دیتے ہیں“

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی محترم امام معظم، رسول خاتم علیہ السلام نے فرمایا:

”لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ اس سے اس کا فضل مانگا جائے۔ اور افضل عبادت یہ ہے کہ

کوئی تکلیف کسی وقت آجائے تو آدمی شکایت نہ کرے بلکہ صبر سے کام لے کر اللہ رب العزت کی طرف سے کشادگی و فراخی کا انتظار کرے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: باب دعا جس کے لئے کھل گیا۔ یعنی جس کو ڈھنگ سے دعا مانگنے کی توفیق ہوگئی۔ اس کے لئے رحمتوں کے دروازے کھل گئے اور اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا مانگنا اسے بہت پسند ہے وہ ہے کہ اس سے اس کی عافیت مانگی جائے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ جو یہ پسند کرتا ہے کہ سختی کے ایام میں اس کی دعائیں قبول ہوں وہ آسانی کے ایام میں بھی بکثرت دعائیں مانگے یعنی ایسا نہ ہو کہ آسانی کے ایام میں اللہ رب العزت کو بالکل بھول جاتے اور جب تکلیف آئے تو پھر اسے پکارنا شروع کرے۔ نہیں بلکہ اس سے اپنا تعلق و معاملہ ہر حال میں یکساں رکھے۔

یقین کی دولت اور دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ”تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو لیکن اس طرح کہ تمہیں اجابت و قبولیت کا یقین ہو (تو رد، شک اور اس قسم کی باتیں نہ ہوں کہ پتہ نہیں سنی کہ نہ سنی۔ قبول کرے گا یا نہیں؟ بلکہ خوب یقین کے ساتھ مانگو کہ بقول کسے یقین کا بیڑا پار ہوتا ہے) اور یاد رکھو کہ غافل دل والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ بقول نبی کریم علیہ السلام وہ فوراً قبول کرتا ہے۔ بشرطیکہ یقین کے ساتھ دل متوجہ کر کے مانگی جائے کیونکہ تمہارا رب صاحب حیا اور کریم ہے اسے اپنے بندہ سے حیا آتی ہے کہ بندہ ہاتھ اٹھائے اور وہ خالی نہ دے۔“

میرے بزرگو اور عزیزو! اور قابل احترام بہنو! حضور علیہ السلام کے ارشادات کا خلاصہ آپ کے سامنے دعا کے ضمن میں (باقی ۷ پر)

فکر ولی اللہ کی روشنی

میں

اسلامی نظام عدل

ڈاکٹر صاحب نے یہ پُر مغز مقالہ شاہ ولی اللہ سوانح کے نشست ماہ نومبر ۱۹۸۳ء میں مولانا عبید اللہ انور کے زیر صدارت پڑھا اہل علم کے مقبول تعداد موجود تھے اجاب نے زبردستی تحسین کے یہ نشست ہر انگریز کے ماہ کے دوسرے ہفتہ کو شیرالوالہ دروازہ لاہور میں منعقد ہوتے ہیں۔ (علوم)

ڈاکٹر منیر احمد مغل، ممبر انکسپشن ٹیم ہائی کورٹ لاہور

امت محوم کے منتشر اجزا کو جمع فرمائے گا۔ روز دین کو وضاحتاً بیان کرنے والے، ہر کہنہ و فرسودہ نظام کے ٹوٹنے والے، جن کی تعلیمات و افکار کا لبت باب ”جہاد“ ہے۔ ”خلعت فاجیت“ سے سرفراز کردہ، ”خلعت مجددیہ“ سے نوازے ہوئے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوط تھامنے والے، حضرت قطب الدین احمد بن عبدالحکیم المعروف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فکر ان کی عمد آفریں شخصیت کی طرح محتاج تعارف نہیں۔ پچھلے سوا دو سو سال میں صاحبان فکر و نظر نے شرق و غرب میں ان سے خوشہ چینی کی۔ شارح حکمت ولی اللہ امام انقلاب مفسر قرآن حضرت مولانا عبید اللہ سندھی جنہیں سید العارفین حضرت حافظ محمد صاحب بھرچوٹی شریف والوں سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور جن کی دعا سے انہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن جیسے راسخ عالم کے حضور زانوئے

تلمذ طے کرنے کا موقع ملا اور پھر ان کے توسط سے آپ نے امام ولی اللہ دہلوی کے انقلابی مجددی فکر کو حاصل کیا۔ اور اس میں رسوخ پیدا کیا۔ پھر اس فکر کو غلبہ اسلام کی خاطر اپنی انقلابی تحریک کی بنیاد بنایا اور آزادی وطن کی خاطر عظیم صومنیوں اور ۲۵ سالہ بلاؤں کو برداشت کیا وہ فرماتے ہیں: ”اگر ایک دماغ اس فکر امام ولی اللہ کی حکمت پر محیط ہو جائے تو وہ آج بھی قرآنی تعلیم کو دنیا کی بین الاقوامی رہبری میں امام سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی مان لے گا کہ دوسرا کوئی پروگرام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حجۃ اللہ البالغہ کی روح یہی مسئلہ ہے۔“

ہر صاحب قلم کا ایک السلوب بیان اور طرز استدلال ہوتا ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا طریقہ یہ ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں قاری کو سب سے پہلے اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ

مسئلہ کا پس منظر کیا ہے ۔ مسئلہ
فی نفسہ کیا ہے ۔ کن حالات و واقعات
نے اس کو پیدا کیا ہے ۔ اس سے
مقصود کیا ہے ؟ اس کے تقاضے کیا
ہیں ؟ اس کا حل کیا ہے ؟ اس کے حل
کا طریقہ کیا ہے ؟ اس پر قرآن و سنت
نے کیا راہنمائی فرمائی ہے ؟ اس
سلسلہ میں جہاں ضرورت محسوس کرتے
ہیں ، صاحب اپنی صاحب رائے دیتے
چلے جاتے ہیں تاکہ کسی قسم کی کوئی
الٹھن ، کوئی اشکال اور کوئی پریشانی خدای
کو لاحق نہ ہو ۔ اس طرح وہ ایک
بہترین معلم کا فریضہ بھی انجام دیتے
چلے جاتے ہیں ۔

تہمید کے طور پر یہ عرض کرنا چاہوں
کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ کے اقرار و نصیقین کا لازمی نتیجہ
یہ ہے کہ اب قرآن و سنت راہبر
و راہنما ہیں۔ اسی راہنمائی نے صحابہ
کرام کو رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا مقام
بخشا۔ اس راہنمائی کے تحت سارے
کاروبار زندگی میں خواہ وہ نجی ہوں یا
عوامی، کاروبار معاش سے متعلق ہو
یا معاد سے، اس میں جو چیز روح کی
طرح کار فرما نظر آتی ہے وہ عدل ہے۔
ہر چیز کو اس کا صحیح مقام دیا گیا ہے۔
ہر چیز کی صحیح اور بجا تکمیل کی گئی ہے۔
ماپ تول ہیں تو پورے، نرازوئے
انصاف ہے تو حق پر مبنی اور سیدھی۔
قول و نذر ہے تو پکا سچا اور پوری
سے پاک۔ رد رعایت سے خالی۔

بزل و یادہ گوئی سے مبرا۔ منانیت و
 دلداری سے پر۔ نغویات و دل آزاری
 سے خالی۔ لین دین ہے تو صاف صاف۔
 ادنیٰ حقوق ہے تو پوری اور بروقت۔
 وصول حقوق ہے تو ننگ دست سے مروت
 و سہولت کا بزنائو۔ امانت ہے تو خیانت
 سے پاک۔ مالک ہے تو تنقیق و مہربان
 و قدردان۔ مزدور ہے تو عنایت و جانفشانی
 اور مالک کا خیر خواہ آپس میں ایشیتم کی
 طرح نرم۔ دشمن کے سامنے شیشہ پلائی
 دیوار اور شمشیر برائ۔ چال میں نرم۔
 نگاہوں میں غصہ بصر کا سماں۔ عفت و
 ناموس کی پوری پوری نگہداشت و کمزوری
 ضعیفوں، یتیموں اور بیواؤں کے احوال
 کی دیکھ بھال اور ان کے اموال کی
 حفاظت۔ صوم و صلوة میں انتہائی بندگی
 کے منظر۔ مال و زر کو اسی کا سمجھ کر اسی
 کی رضا کی خاطر اسی کی راہ میں اسی کے
 بندگان پر اسی کے بتلائے ہوئے طریقے
 پر خلوص نیت کے ساتھ خرچ کرنے
 والے۔ جان کے نذرانے کا وقت آئے
 تو بلا تامل پیش خدمت اور جذبہ جہاد
 و شہادت سے قدم آگے بڑھانے
 والے۔ معاشرت میں عدل و انصاف۔
 معیشت میں عدل و انصاف۔ سیاست
 میں عدل و انصاف۔ جنگ ہو یا امن
 کہیں بھی ظلم و زیادتی کا جواز نہیں۔ کبھی
 بھی حد اعتدال سے آگے قدم نہیں۔
 کہیں اتلافِ حقوق آبرو و مال و جان نہیں
 ہاں جہاں حق کا تقاضا یہ ہو وہاں کوئی
 جیکہ بہانہ اور فرار و گریز کی مکر مازا نہیں۔

کاروبار سلطنت میں مطلق، مطیع اور مشیر
تینوں ایجنسیاں للہیت کے جذبے سے
سرشار، جو ابدی کے تصور سے آگاہ ،
خیر خواہی اور خلوص کے پیکر۔ نزاعات
کو مٹانے والے۔ قاضی و حکم۔ عادل و متقی
اور طبع و خوف سے بچنے والے اور محض
خدا تعالیٰ کے لئے فیصلہ کرنے والے۔
اسی طرح جو لوگ شہادت دینے آتے
ہیں وہ شاہدان عادل، صدق و عدل کا یہ
طرز عمل اس بنا پر ہے کہ بندہ مسلم کا
یہ یقین ہے کہ اس کی بدنی و مالی عبادتیں
اور اس کی زندگی اور موت رب العالمین
کے لئے ہیں اور اس کی ساری نعمتیں
مستحقوں کے لئے ہیں۔ اور نفقوی سے
قریب ترین شے عدل کا اختیار کرنا ہے
اور پھر اسی رب العالمین کا امر ہے کہ
عدل و انصاف اختیار کرو اور فراموش نہ کرو
کو ان کے حقوق ادا کرو اور ہر شخص اور
منکر بات اور عمل سے بچو۔

شارح حکمت ولی اللہ مولانا عبد اللہ
سندھی امام التہذیب والی الشہداء
دہلوی کی تعلیمات کی روشنی میں فرماتے ہیں
کہ سب اخلاق و تہذیب و تمدن کی
بیخ و بنیاد اور اساس عدالت ہے۔
پھر اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں کہ :-
۱۔ جب انسانی اطوار زندگی مثل نشست
و برخاست و گفتار و لباس میں عدالت
ہو تو اس عدالت کا نام ادب ہے۔
۲۔ جب مالی حیثیت یعنی جمع و خرچ سے
تعلق رکھتی ہو تو اس عدالت کا نام
کفارت و قناعت ہے۔

۳۔ اگر اس کا استعمال صحیح اصولوں پر
تدبیر منزل میں ہو تو اس عدالت کا نام
حسن معاشرت ہے۔

۴۔ اگر اس کا استعمال معیج اصولوں پر
مدیرِ مملکت میں بڑتا جائے تو اس
عدالت کا نام سیاست ہے۔

۵۔ ہر ایک چیز کو اپنے مناسب مقام میں لگانے کو اور اس کی قدر دانی کرنے کو شکر کہا جاتا ہے۔

۶۔ اگر صحیح اصولوں پر ارتقافات چلائے جائیں تو اس کا نام امانت ہے۔ اسی طرح ہر ایک انسان کو اس کی بیعت کے موافق عزت اور کام پہ کرنا بھی امانت ہے۔

۷۔ حکومت میں معاشی نظام اگر ایسا
اعتماد پر ہو کہ جس میں نہ بے باکا
عیش پسندی ہو اور نہ افلاس اور
فقر و فاقہ اور نہ معاشی دست برد
اور آئینی استحصال بالجبر ہو اور
معیشت نرقی پذیر ذرائع سے خالی
محروم ہو تو اس عدالت کا نام نظم
منالح ہے اور حکومت عادلہ ہے
۸۔ عدالت سے حق و باطل میں تمیز

۹۔ اگر اجتماعِ صحیح اصولوں پر ہو تو عدل کا نام اصلاح ہے۔

۱۔ اگر عدالت کے ذریعے نفسِ نا
کے اعمال و اخلاق و بیداری
جلائے اور ایسی توجہ کامل پیدا ہو
جس سے اس کے اور خدا کے
اور تمام مخلوق خدا کے درمیان

رابطہ پیدا ہو جائے اور ایسے نظام صالح
کی جانب راہ پائے جو کہ نقصانے
الہی کا منشاء ہو اس کو سمتِ حُسن اور
نیک مرشد کہا جاتا ہے ۔

لوگوں میں عدالت سے فیصلے کرنے کا نام انصاف ہے۔

۱۲۔ اعمال میں توازن کو عمل صالح کہتے ہیں
۱۳۔ صحیح اصولوں پر اعتقادات کی بناء
کو ایمان کہا جاتا ہے۔

۴۔ ایسی نفسانی کیفیات جس سے لطیف افکار کلیہ اور سیاسیات عالمی پھوٹ نکلیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے عالم روحانیت کے نزدیک ٹھیکہ ہوں تقرب الہی کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ اگر اقتربات اور عبادات کو یہ اصولوں پر چلایا جائے تو اس کا نام احسان ہے۔

انفرض جسمانی و روحانی تمام مسائل کو طے کرنے کے لئے ثقافت اس نے جو مرکزی اصول دیا ہے وہ عدل مسلمانوں کا خدا عادل، ان کا رسول، ان کے حاکم و قضاة عادل، ان کے شاہدوں کے لئے شرط اول عادل اور خود ان سب کا ایک دوسرے حق، ہم، شاید عدل ہونا حدیث رسول

سے ثابت ہے ان کی خانگی زندگی
عدل شرط اول ان کے انفاق و خیر
میں اسراف و تبذیر سے ممانعت
بین بین اور اعتدال کی حد میں رہ کر
خروج کرنا بردے قرآن پسندیدہ امر
عدل کی مذکور و ظلم ہے حدود

ایسے قوانین و کلیات اور متعاطیات بنائے جائیں۔ جن پر عام طور پر احکامات نزیب ہو سکیں۔ چنانچہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغير سكين۔

جو آدمی قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اس امر کا بیان ہے کہ قضا کا ایک گرانبار بوجھ ہے اور اس کے اقدام کرنا ہلاکت کی منظرہ ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ خدا ہی بچاتا چاہے توبہ نہ کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

من ابتغى قضاء وسأله وكل الى نفسه ومن اكره عليه انزل الله عليه ملكا يسد۵۔

جس نے قضاء کی خواہش اور طلب کی تو اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جائے گا اور جسے مجبور کیا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے فرشتہ اتارتا ہے جو اسے سیدھی راہ چلاتا ہے۔

امام المند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس میں یہ راز ہے کہ قضا کا طالب اکثر وہی ہوتا ہے جس کے مال و عبادہ کی طلب اور دشمنوں سے انتقام لینے اور اس قسم کے دیگر جذبات موجود ہوں کرتے ہیں اس قسم کے لوگوں میں خلوص و نیک نیتی پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ جو اس کے حق میں نزول برکات الہی کا

سبب اور موجب ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القضاۃ ثلاثۃ۔ واحد فی الجنة واثنتان فی النار۔ فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق وقضى به۔ ورجل عرف الحق فجار فی الحكم فهو فی النار ورجل قضی للناس علی جهل فهو فی النار۔

قاضی تین قسم کے ہیں ایک جتنی ہے اور دو جتنی۔ جتنی وہ ہے جس نے حق سمجھا اور حق فیصلہ کیا۔ دوسرا وہ ہے جس نے حق سمجھا اور جان بوجھ کر ظلم و جور کیا تو یہ جتنی ہے۔ تیسرا وہ جس نے جہالت سے لوگوں کا فیصلہ کیا۔ تو یہ بھی جتنی ہے۔

امام المحدثین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضا کا مستحق وہ ہے جو عادل ہو۔ اور ظلم و جور اور جانبداری کے جذبات سے پاک صاف ہو۔ اور یہ باتیں اس کی طرف عام طور پر معروف و مشہور ہوں۔ نیز وہ عالم ہو کہ حق کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہو۔ خصوصاً مسائل قضا کو وہ اچھی طرح جانتا ہو۔ اور اس کی حکمت بالکل واضح اور روشن ہے کہ ان امور کے بغیر اہل مقصود و مطلوب پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اصل مصلحت و حکمت متصور ہی نہیں ہو سکتی۔

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یقضین حکم بین اثنتین وهو غضبان۔ غضب و غصہ کی حالت میں دو شخصوں

کے درمیان ہرگز کوئی فیصلہ اور حکم نہ کرے۔ امام المند علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جس کا قلب غصین و غضب سے لبریز ہوگا وہ دلائل و قرائن پر غور و تامل کرنے کی اور حق کو سمجھنے کی قدرت ہی نہیں رکھتا۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا حکم الحاکم فاجتهد فاصاب فله اجران۔ و اذا حکم فاجتهد فاخطا فله اجر واحد۔ جس حاکم نے حکم و فیصلہ دیا اور اس نے مسئلہ میں پورا پورا اجتہاد کیا۔ اور فیصلہ صحیح دیا تو اسے دو برابر اجر ملے گا۔ اور جس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں غلطی کی تو اسے ایک اجر ملے گا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں یہاں اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ اس نے استدلال و حجت کی اتباع کرنے میں اپنی پوری طاقت خرچ کر دی اور اجتہاد کا حکم اس لئے فرمایا کہ تکلیف بقدر وسعت و طاقت کے ہوا کرتی ہے اور انسان کی وسعت و طاقت میں صرف اسی قدر ہے کہ وہ اجتہاد دوسری سے کام لے۔ حق تک پہنچنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

اذا تقاضا الیک رجلان فلا تقص للاول حتی تسمع کلام الآخر فانہ اخران یتبین لک القضاء۔ جب دو آدمی تم سے تقاضا اور فیصلہ

چاہیں تو جب تک تم دوسرے کی بات نہ سن لو پہلے کی بات پر فیصلہ نہ کرو۔ کیونکہ دوسرا شخص اس قابل ہے کہ وہ تم پر تقاضا کا معاملہ واضح کر دے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ جب ہر دو جانب کی دلیلیں اور حجتیں سن لی جاتی ہیں تو وجہ ترجیح خوب واضح ہو جاتی ہے۔

معلوم کرنا چاہئے کہ قضاء کے دو مقام ہیں۔ جن پر خاص توجہ ضروری ہے۔ اولیٰ: یہ کہ قاضی اصل وجہ نزاع کو اچھی طرح سمجھ لے کہ مدعی اور مدعا علیہ میں جھگڑا کس بات کا ہے۔ دوم: یہ کہ اس حالت کے پیش نظر عدل و انصاف سے فیصلہ کرے۔

اور قاضی کو بعض اوقات مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور بعض اوقات ایک فریق کی۔ مثلاً مدعی اور مدعا علیہ ایک چوپائے کے متعلق یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اس کا مالک میں ہوں اور میرے ہی گھر میں یہ پیدا ہوا ہے۔ یا مثلاً یہ پتھر میں مہاڑ سے اٹھا کر لایا ہوں۔ تو یہاں کچھ اشکال ہی نہیں ہے۔ اصل حالت بالکل واضح ہے۔ اور وہ قضیہ جو حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت جعفرؓ کے درمیان حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی کی پرورش کے متعلق پیش آیا تھا بالکل واضح اور صاف تھا۔ اصل حالت تمام کو معلوم تھی یہاں صرف حکم مطلوب تھا۔

اور اگر کسی نے دوسرے کے خلاف غضب کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اصل مال و متاع کی حالت بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ اور دوسرا غضب سے انکار کر رہا ہے تو سب سے پہلے اصل حالت کے جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ غضب ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد یہ حکم لگانے کی ضرورت ہے کہ یہی غضب شدہ چیز بھی اسے دلوای جائے یا اسکی قیمت۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط کر دے۔ پس مقام اول میں صرف شہادت اور قسم کی ضرورت ہوگی اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ حقیقت حال کا انکشاف یا تو ان لوگوں کی خبر سے ہو سکتا ہے جو اصل واقعہ میں موجود تھے۔ یا پھر یہ کہ صاحب مقدمہ کسی ایسی تاکید و ثبوت کو لے ہوئے اپنا بیان پیش کرے کہ جس سے اس پر جھوٹ بولنے کا گمان نہ ہو سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یو بیعی الناس بدعوهم۔ لا دعی ناسن دماء رجال و اموالہم ولكن البینۃ علی المدعی و البیین علی المدعی علیہ۔ اگر صرف دعویٰ کی بنا پر لوگوں کو دے دیا جائے تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور اپنے مال کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔ لیکن مدعی پر بیہ لازم ہیں۔ اور مدعی علیہ پر قسم۔

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں پس مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف دعویٰ کرتا ہے۔ اور ایک زائد دعویٰ نیز ثابت کرتا ہے۔ اور مدعی علیہ وہ ہے جو اصل چیز پر قابض ہے۔ اور ظاہر حال سے دلیل پکڑتا ہے۔ اس جگہ یہ عدل و انصاف نہیں ہے کہ صرف مدعی کے بیہ پر ہی اعتماد کیا جائے کہ اگر وہ بیہ اور استدلال پیش نہ کر سکا تو ظاہر حال سے جو استدلال کرتا ہے۔ اس سے قسم بھی ساقط کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اسی اصل و کلیہ کی مشروعیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یو بیعی الناس یعنی اگر اس طرح چیز دے دی جائے تو ظلم و جور کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے حجت و دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد گواہ کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ شاہد معتبر اور پسندیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: من ترصنون من الشہداء۔ اپنے لوگوں میں سے جن پر تم رضامند ہو گواہ کر لیا کرو۔ اور پسندیدہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ عادل ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، معاملہ فہم ہو اور واقعہ کو ضبط کر سکتا ہو۔ صاحب نطق و گویائی ہو، مسلمان ہو، عادل اور صاحب مروت ہو۔ ذہن و ذہمت کے بارے میں متم نہ ہوا ہو۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تجوز شہادۃ خائن ولا

اور اگر کسی نے دوسرے کے خلاف غضب کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اصل مال و متاع کی حالت بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ اور دوسرا غضب سے انکار کر رہا ہے تو سب سے پہلے اصل حالت کے جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ غضب ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد یہ حکم لگانے کی ضرورت ہے کہ یہی غضب شدہ چیز بھی اسے دلوای جائے یا اسکی قیمت۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط کر دے۔ پس مقام اول میں صرف شہادت اور قسم کی ضرورت ہوگی اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ حقیقت حال کا انکشاف یا تو ان لوگوں کی خبر سے ہو سکتا ہے جو اصل واقعہ میں موجود تھے۔ یا پھر یہ کہ صاحب مقدمہ کسی ایسی تاکید و ثبوت کو لے ہوئے اپنا بیان پیش کرے کہ جس سے اس پر جھوٹ بولنے کا گمان نہ ہو سکے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یو بیعی الناس بدعوهم۔ لا دعی ناسن دماء رجال و اموالہم ولكن البینۃ علی المدعی و البیین علی المدعی علیہ۔ اگر صرف دعویٰ کی بنا پر لوگوں کو دے دیا جائے تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور اپنے مال کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔ لیکن مدعی پر بیہ لازم ہیں۔ اور مدعی علیہ پر قسم۔ امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں پس مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف دعویٰ کرتا ہے۔ اور ایک زائد دعویٰ نیز ثابت کرتا ہے۔ اور مدعی علیہ وہ ہے جو اصل چیز پر قابض ہے۔ اور ظاہر حال سے دلیل پکڑتا ہے۔ اس جگہ یہ عدل و انصاف نہیں ہے کہ صرف مدعی کے بیہ پر ہی اعتماد کیا جائے کہ اگر وہ بیہ اور استدلال پیش نہ کر سکا تو ظاہر حال سے جو استدلال کرتا ہے۔ اس سے قسم بھی ساقط کر دی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اسی اصل و کلیہ کی مشروعیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یو بیعی الناس یعنی اگر اس طرح چیز دے دی جائے تو ظلم و جور کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے حجت و دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد گواہ کے اعتبار و عدم اعتبار کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ شاہد معتبر اور پسندیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: من ترصنون من الشہداء۔ اپنے لوگوں میں سے جن پر تم رضامند ہو گواہ کر لیا کرو۔ اور پسندیدہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ عادل ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، معاملہ فہم ہو اور واقعہ کو ضبط کر سکتا ہو۔ صاحب نطق و گویائی ہو، مسلمان ہو، عادل اور صاحب مروت ہو۔ ذہن و ذہمت کے بارے میں متم نہ ہوا ہو۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تجوز شہادۃ خائن ولا

مخائنۃ ولا زان ولا زانیۃ ولا ذی
عمی علیٰ احبہ و ترک شہادۃ القانع
للاهل البیت -

مخائن مرد، مخائنتہ عورت، زانی مرد،
زانیہ عورت کی شہادت جائز نہیں ہے۔ اور
نہ اس شخص کی گواہی معتبر ہے جو اپنے بھائی
سے عداوت رکھتا ہو۔ اور گھر کے خادم اور
تابعدار کی شہادت مسترد کر دی جائے گی۔
اور قذف و ذممت لگانے والوں کی
نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً ابَدًا
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ الَّذِينَ
نَالُوا - (البینہ)

اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ
کرو اور یہ لوگ خود فاسق ہیں۔ مگر ہاں جو
لوگ ایسا کئے پیچھے توبہ کر لیں۔

امام ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ جو
علم قذف اور زنا کا ہے۔ وہی دیگر
تمام کبائر کا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی
ہے کہ خبر فی نفسہ صدق و کذب دونوں
کا احتمال کھتی ہے۔ اور قرینہ ہی سے
کسی ایک احتمال کو ترجیح حاصل ہوگی۔
اور یہ قرینہ یا تو خبر کے اندر ہوگا۔
یا خبر غنہ کے اندر۔ یا دونوں کے

علاوہ کسی اور چیز کے اندر۔ اس قرینہ
کے لئے کوئی ایسا قاعدہ اور منابطہ
نہیں ہے جسے دوران حکم کا مدار
ٹھہرایا جاسکے۔ سوائے مخبر کی مذکورہ
صفات کے کہ ظاہری قبضہ اسی کا
ہے۔ چیز اسی کی ملکیت میں باقی رکھی
جائے گی جس کے قبضہ میں ہے۔ البتہ

ایک مرتبہ اس امر کا اعتبار کیا جا چکا
کہ مدعی پر بینہ پیش کرنا لازم ہے۔
اور مدعی علیہ کے حق میں قسم مشروع کر
دی گئی ہے۔

اس کے بعد مختلف قسم کے حقوق
کے لحاظ سے مختلف اطوار و اقسام
کے شاہدوں کی تعداد مقرر کی گئی۔
چنانچہ زنا کا ثبوت چار گواہوں کے
بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور اس بارے میں
اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ
تَلَوْنَهَا يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ (البینہ)
اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا
کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں۔

اور قصاص و حدود کے اندر دو
مردوں کی شہادت معتبر ہوگی۔ اور اس
بارے میں "زہری" کا یہ قول اصل ہے۔
کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ
طریقہ جاری چلا آتا ہے کہ حدود میں
عورتوں کی شہادت قبول نہ کی جائے۔
اور حقوق مالیہ میں ایک مرد اور دو عورتوں
کی شہادت مقبول ہوگی۔ اور اس
بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول اصل
ہے:

فَان لَّسْوَ يَكُونُ اَرْبَعِيْنَ فَرْسَلًا
وَاصْرَ اَنْتَانِ -

دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور
دو عورتیں۔

اور مردوں کے مقابلہ میں عورتوں
کی زیادتی کی وجہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا:

ان تفضل احداهما فتذكر
احداهما الاخرى -

ان میں سے ایک بھول جائے گی تو
دوسری کو یاد دلا دے گی۔

یعنی چونکہ عورتیں ناقص العقل ہوتی
ہیں۔ اس لئے ان کے نقصان کا جبیرہ
اور ثلاثی عدد کی زیادتی سے لادبی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بعض اوقات ایک گواہ اور قسم سے
بھی فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ جب ایک عادل
گواہ موجود ہے اور اس کے ساتھ قسم
شامل کر دی جائے تو بات مضبوط اور
مستحکم ہو جاتی ہے۔ اور شہادت و گواہوں
کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں توسیع
مذوری ہے۔

اور یہ سنت بھی جاری چلی آتی ہے
کہ گواہوں کے متعلق کچھ شک اور تردد
پایا جائے تو قاضی اس کا تزکیہ اور
صفائی کرے۔ کیونکہ گواہوں کی شہادت
تو ان صفات ہی کی بنا پر معتبر مانی جاتی
ہے جو صدق کو کذب کے مقابلہ میں ترجیح
دیتی ہیں۔ پس ان صفات کا واضح کرنا
لابدی تھا۔

اور یہ طریقہ بھی جاری اور رائج چلا
آتا ہے کہ شہادت میں کچھ شک و تردد
ہو تو مخصوص اوقات مخصوص مقامات
مخصوص الفاظ کے ذریعہ قسم کو وزنی گردانا
جائے۔ اور یہ اس لئے کہ خبر کی صداقت
پر قسم اس لئے دلیل و حجت ہوتی ہے
کہ اس میں ایسا قرینہ ہے جو اس امر
پر دلالت کرتا ہے کہ اس قسم کے ساتھ

انسان جھوٹ کے لئے اقدام نہیں کر
سکتا۔ اور اگر شک و تردد زیادہ قوی
ہے تو یہ حق ہے کہ قرآن کی قوت کا
اس سے مطالبہ کیا جائے۔ الفاظ کے
ذریعہ قسم کو وزنی گردانے کی صورت یہ
ہے کہ لفظ "اللہ" کے ساتھ اس کے
دیگر اسماء و صفات کا اضافہ کیا جائے۔
اور اس بارے میں جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

احلف بالله الذی لا اله الا
هو عالم الغیب والشہادۃ -

اس اللہ کی قسم کھاؤ جس کے
سوا کوئی معبود نہیں جو غیب و ظاہر کو جانتے
والا ہے۔

یہ اور اس قسم کے اسماء و صفات
کا قسم میں اضافہ کر دیا جائے۔

زمانہ اور وقت کے ذریعہ قسم
میں وزن اور قوت پیدا کرنے کی شکل یہ
ہے کہ عصر کے بعد قسم لی جائے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَحْسِبُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ
الصَّلَاةِ -

اگر تم کو ان کی صداقت میں شک ہے
تو دونوں کو نماز عصر کے بعد روک لو۔

مکان و مقام کے ذریعہ قسم کو
وزنی اور قوی گردانے کی صورت یہ ہے
کہ اگر مکہ مکرمہ میں ہو تو "رکن" مقام
کے درمیان کھڑا کر کے قسم لی جائے۔
اور اگر "مدینہ منورہ" میں ہو تو منبر نبوی
(صلعم) کے پاس سے جا کر قسم لی جائے
اور دیگر شہروں میں منبر کے پاس کھڑا

کر کے قسم لی جائے ان مقامات کی تخصیص
اس لئے کی گئی کہ احادیث میں انہ
مقامات کی فضیلت وارد ہے۔ اور
ان کے قریب کھڑے ہو کر جھوٹ بولنا
بہت بھاری گناہ سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بعد اس کی ضرورت تھی
کہ لوگوں کو سختی کے ساتھ ڈرایا جائے
کہ وہ قضایا، اور اصل چیز کی معرفت
میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ
میں جرأت و دلیری نہ کریں۔ اور اس
ترہیب و ڈرانے میں تین باتیں اصل
اصول ہیں:

اولیٰ یہ کہ جس امر سے اللہ تعالیٰ
نے ممانعت فرمائی ہے۔ اور سختی سے روکا
ہے۔ ایسے امر کی طرف اقدام کرنا قلت
ورع اور اللہ تعالیٰ کے خلاف سخت

ترین دلیری ہے۔ چنانچہ اس قسم کی دلیری
اور نڈر پن کا دوران انہی اشیاء سرفقام
کر دیا۔ اور انہی اشیاء کا اثر ان پر
لازم اور ثابت کر دیا۔ مثلاً دخول جہنم،
جنت سے محرومی وغیرہ ان کے حق میں
واجب کر دی گئی۔

دوم، یہ کہ اس قسم کی جرأت
و دلیری ظلم و جور کی کوشش ہے۔ اور
یہ امر سرفراہی یا چور کو چوری اور
راہزن کو راہزنی کی طرف راہنمائی کرنے
کے قائم مقام ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اور

فرشتوں اور لوگوں کی وہ لعنت جو
زمین پر فساد پھیلانے والوں کے لئے
ہوا کرتی ہے۔ وہ اس عامی و مجرم
کی طرف مڑ جاتی ہے۔ اور اس لئے وہ

دوزخ کا خفدار بن جاتا ہے۔

سوم: یہ کہ اس میں احکام الہی جو
بندوں کے حق میں مشروع ہوئے ہیں۔
خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اور اس
سے مرضی الہی اور شرائع و احکام کے خلاف

ایک خطرناک اقدام پایا جاتا ہے۔
کیونکہ قسم اس لئے مشروع ہوئی ہے کہ
حق معلوم اور واضح ہو سکے۔ بینہ اس
لئے مشروع کئے گئے ہیں کہ اصل حال واضح

ہو جائے۔ پس اگر جھوٹی شہادت اور
جھوٹی قسم کا طریقہ رائج ہو جائے تو اس
سے جو مصلحت مقصود ہے اس کا روانہ
ہی مسدود ہو جاتا ہے۔ اور اس معنی
کے لحاظ سے شہادت کا چھپانا بھی اسی
قسم کا جرم اور گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاَنهَ اِنَّهٗ
خَلِيْلٌ -

اور جو اس کو چھپائے گا تو وہ دل کا
کھوٹا ہے۔

اور جھوٹی گواہی بھی اسی قبیل سے
ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جھوٹی گواہی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے
اور جھوٹی قسم بھی اسی قبیل سے ہے جیسا کہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلٰی عَمِيْنٍ صَبْرًا
هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِّقَطْعِ بَہَا حَقِّ
اَمْرِیْ مُسْلِحًا لِّفٰی اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ
الْقِیَمَةِ وَهُوَ عَلٰیہِ غَضَبَانِ -
جس آدمی نے قسم کھائی اور ایسی قسم

کہ جس کی وجہ سے ایک حکم لازم ہو گیا۔ اور اس قسم میں وہ جھوٹا ہے۔ اور اس لئے قسم کھائی کہ کسی مسلمان کا حق مار دیا جائے تو فیما منت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

اور جھوٹا دعویٰ کرنا بھی اسی قسم کے معاصی و جرائم میں داخل ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

من ادعی مالیس له حق فلیس منا ولیتواء مقعدہ من النار۔

جس شخص نے ایسی چیز پر دعویٰ کیا کہ اس پر اس کا کوئی حق نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں۔ اور وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

اور ناحق کسی کی کوئی چیز صرف قاضی کے فیصلہ پر لے لینا بھی اسی قسم کا جرم ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما انا بشر مثکم و انما یتخصمون۔ (المحیط)

میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور تم میرے سامنے جھگڑتے ہو۔ الخ

اور مجادلہ، جھگڑا اور مقدمہ بازی کی عادت ڈال لینا بھی اسی قسم کا جرم ہے کیونکہ اس سے باہمی فساد کی آگ مشتعل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

ان البعض الرجال الی اللہ الالہ الخصم۔

جھگڑالو آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت ہی مبغوض ہے۔

اس حدیث میں ہمہ قسم کی مخاصمت سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ اس سے "ساحت" چشم پوشی، فراخی کی صفت کی پیروی پائی جاتی ہے۔

نیز بعض اوقات ایک آدمی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ لیکن وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا حق بنتا ہے۔ پس انسان یقینی طور پر اس قسم کے مقصد سے اسی وقت عمدہ برآ ہو سکتا ہے کہ حق دبا لے ہمہ قسم کی خصومت ترک کر دے۔ اور تبرک خصومت کا اپنے کو عادی بنائے۔

اور حدیث شریف کے اندر وارد ہے کہ ایک جانور کے لئے دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ جانور میرا ہے۔ اور دونوں نے اپنے اپنے بینہ پیش کئے۔ اور کہا یہ جانور میرے ہی گھر پیدا ہوا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں فیصلہ کیا جس کے قبضہ میں وہ جانور تھا۔

حضرت امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس فیصلہ میں حکمت یہی ہے کہ ہر دو جانب کی جتنوں اور دلیلوں میں تعارض پیدا ہو گیا تو دونوں ساقط ہو گئیں۔ اس لئے مال و متاع اسی کے پاس چھوڑ دیا گیا جس کے قبضہ میں تھا۔ اور اس قبضہ کے دفعیہ کے لئے کوئی وجہ نہیں پائی گئی۔ یا پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں جتنوں میں سے ایک حجت ظاہری دلیل

یعنی قبضہ کی وجہ سے قوی تھی اس لئے اس کو ترجیح دی گئی۔

قضا کا مقام ثانی: اس مقام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصول بیان فرمائے ہیں۔ اور قضاء کی یہ قسم انہی اصول کی طرف رجوع ہوگی۔ اور اس بارے میں مختصر کلام یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کی اصل حقیقت و حالت معلوم ہو تو اس وقت نزاع اور مخاصمت متروک اس امر پر ہوگا کہ ہر ایک اس چیز کا طالب ہے اور یہ چیز اپنی اصلیت کے اعتبار سے مباح الاصل ہے۔ اس قسم کی منازعت کا فیصلہ ہمیشہ کسی وصف کی مزیت و ترجیح کی بنا پر ہوگا جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو۔ یا خود اس کو نفع پہنچے جس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کا پہلے سے قبضہ ہو۔ یا پھر قرضہ اندازی سے ترجیح دی جائے گی۔ اس کی مثال حضرت زید، حضرت علی، حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہ قضیہ ہے جو حضرت حمزہ کی لڑکی کے متعلق پیش آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ فرمایا اور کہہ دیا الخالۃ ام رغانہ ماں (ہے) اس کے اندر خود مطلوب یعنی لڑکی کا نفع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اس کی مثال ہے۔ آپ نے اذان کے بارے میں فرمایا:

لو یعلم الناس ما فی النداء لا یتھموا۔

اگر اذان کا ثواب لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ قرضہ اندازی کر کے بھی اسے حاصل کریں۔

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا قصد فرماتے تو اپنی بیبیوں میں قرضہ ڈالتے۔

نیز ایک ترجیح کی صورت یہ بھی ہے کہ پہلے سے یہاں کسی عقد یا غضب کی بنا پر کسی کا قبضہ چلا آتا ہے۔ اور جانبین سے یہ دعویٰ پیش کیا جا رہا ہے اس کا خدشہ میں ہی ہوں۔ اور دونوں کے پاس ایک نہ ایک وجہ اور شبہ موجود ہے۔ ایسی صورت میں عام عرف و عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور جب مور کے مسلمات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اقرار و الفاظ عقود اور بیانات کے معنی کی تفسیر وہی ہوگی جو جمہور کے نزدیک مسلم ہوا کرتی ہے۔ اور نفع و نقصان کا دار و مدار انہی کے دستور و عرف پر ہوگا۔ اس کی مثال حضرت "برابر بن عازب" کا قضیہ ہے۔ کہ ان کی اڑنی کسی کے باغ کے احاطہ میں گھس گئی تھی۔ اور بہت کچھ خرابی کر ڈالی تھی۔ اور مدعا علیہ دونوں اپنے کو معذور گردانے لگے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشورہات و عرف کے مطابق فیصلہ فرمایا کہ باغات کے مالک دن میں اپنے اپنے باغات اور مال کی حفاظت و نگرانی کریں۔ اور مویشی والے رات میں اپنے مویشیوں کی حفاظت و نگرانی کریں۔

اور ایسے قواعد جن پر بہت سے احکام کی بنیاد ان میں سے ایک یہ قاعدہ بھی ہے۔

الغیر بالغرم۔

نفع نادان کے عوض میں ہے۔

اس میں اصل اصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ ہے۔

ان الخولج بالضمان۔

آمدنی نادان کے مقابلہ میں ہے۔

اور یہ حکم آپ نے اس لئے فرمایا کہ منافع کا انضباط یہاں دشوار ہے۔ اور آپ نے جاہلیت کی تقسیم اور خون اور جو الجھاؤ ان میں پائے جائیں ان کی نسبت یہ فیصلہ دیا ہے کہ ان سے قرض نہ کیا جائے۔ اور از سر نو معاملہ کیا جائے۔ نیز یہ کہ جب تک دوسرا آدمی کوئی قوی دلیل پیش نہ کرے قبضہ دار کا قبضہ نہ چھڑایا جائے۔ اور یہ قاعدہ دراصل استصحاب یعنی چیز کو اصل حالت میں باقی چھوڑنے کا منہ ہے۔ اور اگر کہیں ایسی شکل ہے کہ تفتیش و تحقیق کا دروازہ ہی سرے سے بند ہے اور وہاں صاحب مال کے ارادہ کو ترجیح دی جائے گی۔ یا دونوں کے دونوں عقد بیع کو مسترد کر دیں گے۔

اور اس بارے میں اصل اصول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و یارک وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

البیعان اذا اختلفا بینھما والسلعت قائمۃ۔ الخ

بائع اور مشتری میں اختلاف پڑ جائے۔ اور سامان علی حالہ باقی ہے۔ الخ

نیز ہر عقد کے لئے اصل اور قاعدہ ہے کہ عاقدین کو پورا پورا حق دیا جائے۔ اور عقد میں جو امور ایک دوسرے کے لئے لازم و ضروری گردانے جائیں انہیں پورا کیا جائے۔ ہاں ایسے امور و شرائط کا پورا کرنا لازم و ضروری نہیں ہے جن کی شریعت نے ممانعت کر دی ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المسلمون علی شروطھم الا شرطاً احل حراماً او حرم حلالاً۔

مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہوں گے مگر ایسی شرط کہ کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام گردانے تو پابندی ضروری نہیں۔

مقام ثانی کے متعلق یہ چند امور ہم نے بطور نمونہ اور مثال پیش کئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قضایا ہیں۔

سے ایک قضیہ حضرت حمزہ کی لڑکی کی حضانت و پرورش کا بھی ہے حضرت علیؑ نے اپنی حجت میں یہ دلیل پیش کی کہ انہا بنت عمی وانا اخذتہ (یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور میں اس کو لوں گا) حضرت جعفرؑ نے یہ دلیل پیش کی کہ انہا بنت عمی وخالۃ تھا تھتی (یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے) حضرت زیدؑ نے یہ دلیل پیش کی کہ انہا بنت اخی (یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے)۔ سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

انقلاب تسلیم کر کے قرآن مجید کو معیہ انقلاب سمجھ کر زندگی کے انفرادی، اخلاقی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور بین الاقوامی پہلوؤں میں سے ہر پہلو میں ان مسائل کا حل نصوص قرآنی کی شکل میں طلب کریں۔
دینی تعلیم

اگر ہم دینی اخلاق مطلوب ہیں۔ جن کی تکمیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو اس کے حصول کا راستہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ تعلیم کے پورے نظام کو تبدیل کر کے اسے صبغتہ اللہ کے رنگ میں رنگ دیں۔ اخلاق و کردار کا اعلیٰ ترین نمونہ حضور اکرم کی ذات گرامی ہے۔ مغربی نظام ہائے تعلیم نہ ہمیں ایک یکساں معیار اخلاق عطا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہمیں ایک متحد اور منظم قوم بننے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ ایک قوم، ایک ملک، ایک نظام تعلیم کا نعرہ لے کر اٹھیں، یہی حصول اخلاق کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اخلاقی انقلاب برپا کرنا ہے تو مدرسے کی مساوات سے اس کا آغاز کیجئے۔ صفہ کی روایت کو زندہ کیجئے۔ اصحاب صفہ کے اخلاق کا ہلکا سا پرتو آج بھی ہمارے معاشرے کی کایا پلٹ سکتا ہے۔
بدعات سے پرہیز

یہ کتنا المیہ ہے کہ فرائض اور واجبات کی طرف سے بے اعتنائی ہے۔ جو دین میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مکروہات سے احتیاط برتنے نہیں گویا درخت کی جڑوں سے غفلت و بے اعتنائی

اور شاخوں پھولوں پنوں پر توجہ اور زور دیتے ہیں۔ ہم نے اسلام کے نام پر بہت سے ایسے عقائد اور اعمال گھڑ رکھے ہیں جن کا قرآن مجید و حدیث میں نیز اسلام کے قرون اوپڑ میں کوئی ثبوت نہیں اور جو اسلام کے مزاج کے قطعاً خلاف ہیں۔ یہاں تک کہ بدعات کو اصل دین بنا رکھا ہے۔ اور اس پر پورا زور ہے۔ گویا سمجھتے ہیں کہ چند ایام اور تنہوار منائے تو نجات و سعادت کا سامان ہو گیا۔

اسلام کا پیغام

نحن قوم اعزنا الله بالا سلام یعنی ہم وہ قوم ہیں جن کو اللہ نے اسلام کی بدولت عزت دی۔ لیکن آج مسلمانوں کی زندگی اپنی قدیم تاریخی عظمتوں، عزتوں اور غلبہ اقتدار سے کسی قدر محروم ہو چکی ہے۔ ماضی میں ہمارا کیا مقام تھا اور آج ہم انحطاط و تنزل کی کس منزل پر پہنچے ہوئے ہیں۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ہر قوم کی زندگی اجتماعی نظریات تمدن و معاشرت اور اخلاق و کردار پر موقوف ہے۔ اور انہی خصوصیات و امتیازات کے باعث دنیا میں قوموں کو پہچانا جاتا ہے۔ یہی خصوصیات اس کے تشخص و امتیاز کو برقرار رکھتی ہیں۔ اس بنا پر قطعی اور یقینی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے۔ کہ مسلمان کی زندگی اس کے اسلامی معاشرے اور اخلاق ہی کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔ اگر اس نے اخلاقی گراؤ

سے معاشرے کے دامن کو داغدار کر لیا تو حقیقت میں اُس نے اپنے تشخص و ملی وجود کو ہی ختم کر ڈالا۔ آج کا ہمارا معاشرہ بالکل اسی فرمان نبویؐ کی پوری تصویر ہے۔ یاقی علی الناس زمان لا ینقی من الاسلام الا اسمہ۔

کہ ایک وقت لوگوں پر آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا۔ کیا آج ہم میں یہ احساس باقی ہے کہ ہم اس بات پر کچھ دیر کے لئے غور کریں کہ مسلمان کی زندگی میں اہم، گرانقدر اور قیمتی چیز اس کا دین اسلام ہے۔ جان و مال کی عزت و آبرو اولاد

قبیلہ یا وطن جیسی عزیز چیزیں اسلام کے مقابلے میں بیچ اور خرید ہیں۔ اسلام متاع بے بہا اور قیمتی سرمایہ ہے جس کی خاطر مسلمان قوم ہمیشہ جان و مال کی قربانی دیتی رہی ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی ایذاؤں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ اس راہ میں نہ کوئی نفسیاتی شوق اور نہ ہی پیش آنے والے شدائد و مصائب کا خوف اس کے قدم ڈگمگا سکا۔ لیکن آج کی تاریخ اس کے برعکس ہے۔ مسلمان اپنی عظمت اور سربلندی کو مٹا کر انحطاط و پستی کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے اور معاشرہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

وہ مسلمان جس کا معاشرہ خیر و فلاح کا پیکر تھا۔ وہ آج بیمار جسم کی طرح ہے۔ جس کو قسم قسم کی بیماریوں نے ناقص و عاجز و مفلوج بنا دیا ہے۔ اس سے

نجات حاصل کرنے کی صرف ایک صورت ہے کہ ہر مسلمان پہلے اسلام کی عظمت و محبت سے اپنے قلب و دماغ کو لبریز کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر اس کی زندگی میں اسلامی اخلاق نشوونما نہیں پاسکتے۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "اے مسلمانو تم بہترین امت ہو جو دنیا کے انسانوں کے واسطے ایک نمونہ بن کر پیدا کئے گئے ہو۔"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ملت پاکستان بہ حیثیت مجموعی انحطاط اخلاق کی آہنی گرفت میں ہے۔ اس صورت حال کے اسباب کیا ہیں۔

نہ ہم نظام تعلیم کی صریح خرابیوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ ارباب بست و کشاد کی واضح صریح کوتاہیوں کو نظر انداز کر سکیں۔ اسباب

فاسدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک عظیم ملت جو سربلندی اسلام اور سرفرازی مسلمان کے لئے عزم بلند کے ساتھ میدان عمل میں کودی تھی۔ وہ پسپا ہو کر ناکامی کے قعر مذلت میں جاگری ہے۔

ان حالات کا محاسبہ وہی صاحبان ایمان کر سکتے ہیں جو صرف اللہ سے ڈرتے ہوں۔ اور دنیا کی ہر طاقت سے باغی ہوں۔

ایسے میں اسلام اور صرف اسلامی طرز زندگی ہی بچکتی ہے اور اس کا بہترین نمونہ اخلاقیات نبویؐ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ملت

کو کیا خوب وصیت کی ہے کہ "ظلم و برائیوں کے خلاف تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا۔ جب کوئی قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔"

پس ملت اسلامیہ کے لئے یہی راہ راست ہے کہ ہر بدی اور بدعت کے خلاف آمادہ جہاد ہو جائے تاکہ پاکستان میں صحیح معنوں میں نفاذ اسلام ہو۔

بہ باخرقہ و سجادہ و شمشیر و سناں خیز از خواب گراں خواب گراں خواب گل خیز

اور اچھی محنت کی ہے۔ واللہ اعلم یہ ساری باتیں امام الہند نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجۃ اللہ البالغہ بحث فی القضاء میں بیان فرمائی ہیں۔ جو اس بات کی تین دلیل ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی نظر کس قدر دقیق تھی اور ان کو دین کا کس قدر اعلیٰ فہم و دلالت ہوا تھا۔ ہم ہیں کہ ہر چیز کو باہر سے لینے کے عادی بن گئے ہیں۔ حالانکہ گھر میں انمول ہیرے و جواہرات موجود ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ سب اختلافات کو چھوڑ کر ساری قوت اسلام کی جمع کردہ علمی و دینی دولت کی تلاش میں صرف کرنا شروع کر دیں تو وہ دن دور نہیں کہ پاکستان سے اسلامی تعلیمات کی روشنیاں پھیلیں گی اور تمام جہان کو روشن کر دیں گی۔ واللہ اعلم البلاغ المبین۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ چونکہ عورت کی غفلت و عصمت اور اس کے شرم و حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں گھر کی ملکہ کے طور پر خاوند کی ہر نوع خدمت دیانت سے کرے اس کا بلا ضرورت شرعی باہر نکلنا سنگین جرم اور عام جگہوں پر جانا جہاں مردوں کا عمومی گذرگاہ اور آمد و رفت ہو۔ جرم بلاتے جرم ہے رہ گئے قبروں پر دتے اور چراغ جلا تو بقول ملا علی قاری المحض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک توان میں مال کی تضحیح ہے کہ ان سے کسی کو بال برابر فائدہ نہیں اور دوسرے یہ جہنم کے آثار سے متعلق ہے۔

ساتھ ہی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تعظیم قبور کا ایسا انداز کہ وہ مسجد ثابت ہوں انتہائی غلط ہے یعنی دہاں سجدہ یا اس قسم کی حرکات ہوں تو یہ سنگین جرم اور مستحق لعنت امر ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کے یہ ارشادات اور اپنا عمل؟ الامان سوچنے کی بات ہے کہیں مسلمان قوم اس وعید کا شکار تو نہیں ہو رہی۔؟

اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔ آمین!

بقیہ : احادیث الرسولؐ چونکہ عورت کی غفلت و عصمت اور اس کے شرم و حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں گھر کی ملکہ کے طور پر خاوند کی ہر نوع خدمت دیانت سے کرے اس کا بلا ضرورت شرعی باہر نکلنا سنگین جرم اور عام جگہوں پر جانا جہاں مردوں کا عمومی گذرگاہ اور آمد و رفت ہو۔ جرم بلاتے جرم ہے رہ گئے قبروں پر دتے اور چراغ جلا تو بقول ملا علی قاری المحض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک توان میں مال کی تضحیح ہے کہ ان سے کسی کو بال برابر فائدہ نہیں اور دوسرے یہ جہنم کے آثار سے متعلق ہے۔

ساتھ ہی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تعظیم قبور کا ایسا انداز کہ وہ مسجد ثابت ہوں انتہائی غلط ہے یعنی دہاں سجدہ یا اس قسم کی حرکات ہوں تو یہ سنگین جرم اور مستحق لعنت امر ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کے یہ ارشادات اور اپنا عمل؟ الامان سوچنے کی بات ہے کہیں مسلمان قوم اس وعید کا شکار تو نہیں ہو رہی۔؟

اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔ آمین!

بقیہ : احادیث الرسولؐ چونکہ عورت کی غفلت و عصمت اور اس کے شرم و حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں گھر کی ملکہ کے طور پر خاوند کی ہر نوع خدمت دیانت سے کرے اس کا بلا ضرورت شرعی باہر نکلنا سنگین جرم اور عام جگہوں پر جانا جہاں مردوں کا عمومی گذرگاہ اور آمد و رفت ہو۔ جرم بلاتے جرم ہے رہ گئے قبروں پر دتے اور چراغ جلا تو بقول ملا علی قاری المحض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک توان میں مال کی تضحیح ہے کہ ان سے کسی کو بال برابر فائدہ نہیں اور دوسرے یہ جہنم کے آثار سے متعلق ہے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ چونکہ عورت کی غفلت و عصمت اور اس کے شرم و حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں گھر کی ملکہ کے طور پر خاوند کی ہر نوع خدمت دیانت سے کرے اس کا بلا ضرورت شرعی باہر نکلنا سنگین جرم اور عام جگہوں پر جانا جہاں مردوں کا عمومی گذرگاہ اور آمد و رفت ہو۔ جرم بلاتے جرم ہے رہ گئے قبروں پر دتے اور چراغ جلا تو بقول ملا علی قاری المحض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک توان میں مال کی تضحیح ہے کہ ان سے کسی کو بال برابر فائدہ نہیں اور دوسرے یہ جہنم کے آثار سے متعلق ہے۔

ساتھ ہی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تعظیم قبور کا ایسا انداز کہ وہ مسجد ثابت ہوں انتہائی غلط ہے یعنی دہاں سجدہ یا اس قسم کی حرکات ہوں تو یہ سنگین جرم اور مستحق لعنت امر ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کے یہ ارشادات اور اپنا عمل؟ الامان سوچنے کی بات ہے کہیں مسلمان قوم اس وعید کا شکار تو نہیں ہو رہی۔؟

اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔ آمین!

بقیہ : احادیث الرسولؐ چونکہ عورت کی غفلت و عصمت اور اس کے شرم و حیا کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں گھر کی ملکہ کے طور پر خاوند کی ہر نوع خدمت دیانت سے کرے اس کا بلا ضرورت شرعی باہر نکلنا سنگین جرم اور عام جگہوں پر جانا جہاں مردوں کا عمومی گذرگاہ اور آمد و رفت ہو۔ جرم بلاتے جرم ہے رہ گئے قبروں پر دتے اور چراغ جلا تو بقول ملا علی قاری المحض رحمہ اللہ تعالیٰ ایک توان میں مال کی تضحیح ہے کہ ان سے کسی کو بال برابر فائدہ نہیں اور دوسرے یہ جہنم کے آثار سے متعلق ہے۔

ساتھ ہی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تعظیم قبور کا ایسا انداز کہ وہ مسجد ثابت ہوں انتہائی غلط ہے یعنی دہاں سجدہ یا اس قسم کی حرکات ہوں تو یہ سنگین جرم اور مستحق لعنت امر ہے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کے یہ ارشادات اور اپنا عمل؟ الامان سوچنے کی بات ہے کہیں مسلمان قوم اس وعید کا شکار تو نہیں ہو رہی۔؟

اے اللہ! تو ہماری حفاظت فرما۔ آمین!

گزشتہ سے پیوستہ

خلافت راشدہ کی خصوصیات اور آئین شریعت کی برکات

تحریر: قاری محمد امین ----- لاہور

کھیتیاں برباد، اور پر رونق شہر کھنڈر بن جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کی وصیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے گھر کے تمام افراد آپ کے گرد موجود تھے۔ ذرا سکون ہوا تو آپ کے لبوں میں جنبش ہوئی۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے آواز نہیں نکلی تھی، آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے کوچھکیں اور اپنے کان آپ کے منہ کے قریب کر دیئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”میرے پاس ایک چادر اور ایک اونٹ ہے۔ اسے خلیفہ دوم کے پاس بھیج دینا تاکہ وہ بیت المال میں داخل کر دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کے موافق یہ چیز خلیفہ دوم کے پاس بھیجوا دیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا یہ متروکہ سامان پہنچا تو آپ دیدہ ہو گئے۔ فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے جانشینوں کے لیے بہت مشکل مثال قائم کر دی۔

اپنا بوجھ اپنی پٹی پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رات کو گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہنچے وہاں دیکھا عورت ہانڈی میں کچھ پکا رہی ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دو بچے رو رہے ہیں۔ انھوں نے پوچھا بچے کیوں رہتے ہیں۔ عورت نے کہا، کھانے کے انتظار میں رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ہانڈی میں کیا پک رہا ہے۔ عورت نے کہا صرف بچوں کو بھلانے کے لیے ہانڈی میں پانی ڈال کر جو لھے پر رکھ دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، عموں کو خبر کیوں نہ دی۔ تاکہ وہ بندوبست کرتا۔

عورت نے جواب دیا۔ خبر گیری اس کا کام تھا۔ حضرت عمر! اس کو کیا خبر کہ شہر کے باہر جنگل میں کسی

کی کیا حالت ہے۔

عورت! اگر وہ خبر گیری نہیں کر سکتا تو اس نے بوجھ کیوں سنبھالا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل کانپنے لگا۔ فوراً مدینہ آئے، بیت المال سے آگے گئی اور کھجوریں لے کر بوری میں رکھیں، اور گھڑی اپنی پیٹھ پر رکھ کر چل دیئے۔ آپ کے خادم نے کہا، یہ گھڑی مجھے دے دیجیے میں یہ گھڑی اٹھا کر چلتا ہوں آپ نے انکار کیا۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانوں کا خادم میں ہوں یا تم ہو۔ تم قیامت کے دن میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے، اپنا بوجھ مجھے خود اٹھانا پڑے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سامان اپنے سر پر رکھ کر لے گئے اور عورت کے سپرد کر دیا۔ وہ کھنے لگی خلیفہ بننے کے لائق تم ہو عمر نہیں ہے۔ آپ خاموش رہے اور کھانا پکانے میں اس کی مدد کرتے رہے۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا اور بچوں نے کھا لیا۔ تب آپ واپس ہوئے۔

عیش پرستی موجب ناکامی ہوتی ہے

اسکندریہ کا محاصرہ کیے ہوئے مدت گزر گئی۔ اور مسلمانوں کو فتح نہ ہوئی۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سالار کو خط لکھا، ”اے مسلمانوں شاید تم عیسائیوں کے ملک میں رہ کر عیسائیوں کی طرح عیش پرست بن گئے ہو ورنہ فتح میں اس قدر دیر نہ ہوتی“

رحم دلی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ماں کی گود میں بچہ رو رہا ہے اور سلانے کے باوجود خاموش نہیں ہوتا۔ آپ نے عورت سے اس کے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا، میں نے اس کا دودھ چھڑا لیا ہے۔ اس لیے پھل رہا ہے۔ آپ نے پوچھا بچہ کی عمر کتنی ہے۔

جب معلوم ہوا کہ بچہ کی عمر آٹھ ماہ کی ہے۔ تو آپ نے کہا اس قدر جلدی دودھ کیوں چھڑا لیا۔ عورت نے کہا بیت المال سے وظیفہ اس وقت تک مقرر نہیں ہوتا جب تک دودھ نہ چھٹ جائے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور حکم جاری کیا کہ آئندہ بچہ پیدا ہوتے ہی وظیفہ جاری کر دیا جائے۔

خوف خدا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عتبہ بن فہد آئے انھوں نے دیکھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سخت روٹی کئے ٹکڑے کھا رہے ہیں عتبہ کہنے لگے آپ میدہ کی روٹی کیوں نہیں کھاتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا مسلمانوں میں سے ہر ایک کو میدہ کی روٹی پیسے آ سکتی ہے۔ انھوں نے کہا ہر ایک تو میدہ کی روٹی نہیں کھا سکتا۔ پھر آپ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں تنہا کھانے پینے کے مزے اڑوں۔

خدا کے حضور میں کیا جواب دوں گا۔

آج مغرب زدہ طبقہ آئین شریعت کو ملاً لازم سے تعبیر کرتا ہے کبھی کہتا ہے کہ ملاً اقتدار کا جھوکا ہے اور جب اسے اقتدار مل گیا تو خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ لوگوں کے سر قلم کیے جائیں گے۔ یہ تمام باتیں لوگوں کو صرف اسلامی نظام سے بدظن کرنے کے مترادف ہیں۔ اسلامی نظام حکومت میں مسلمان تو درکنار غیر مسلم اقلیت بھی امن و چین کی زندگی گزارتی ہے۔

امام ولی اللہ کی حکمت کا مرتبہ

یہ طالب علم انگریزی کے ذریعہ جب براہ راست یورپ کی نئی تحریک یعنی اس کے سوشلسٹ پروگرام کی تاریخ اور اس کی کامیابی کے حالات سے واقف ہو گا۔ تو اس وقت جا کر کہیں اس پر یہ حقیقت واضح ہو سکے گی کہ۔

امام ولی اللہ کی حکمت جس پر اسے کی کتابوں ”حجۃ اللہ الباقیہ“ اور ”ازالۃ الخفا کا مدار اور احساس ہے۔ اور جس حکمت کے ذریعے وہ قرآن مجید، صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اور محققین علماء کی سیاست کو حل کرتے ہیں۔ وہ ولی اللہی حکمت آج بھی یورپ کی اس انقلابی تحریک سے مقدم اور بلند ہے۔ اور میں جوبہ کہتا ہوں کہ آج کے یورپ کو سمجھے بغیر حضرت امام ولی اللہ کی حکمت کا مرتبہ پہچاننا ناممکن ہے سو اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ خطبات مولانا عبید اللہ صاحب

کھانے کے آداب

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سادہ غذائیں کھایا کرتے تھے اور کھانے میں جو میسر آتا خوشی خوشی کھاتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔ کھانے کا مقصد صرف پیٹ بھرنے ہی نہیں بلکہ بدن کو قوت پہنچانا ہے۔ زبان کے مزے کے لئے زیادہ نشہ مصالحے دار اور چٹ پٹے کھانے کی ہوس سوائے چٹور پن کے کچھ نہیں۔ جہاں تک ہو سکے کھانا اس وقت کھائیں جب تمہیں خوب بھوک لگے۔ اس سے کھانے میں زیادہ لطف آتا ہے اور یہ صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ بے وقت کھانا کھانے سے اکثر کمزوری ہو جاتی ہے اور چہرے کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے۔ اور آٹے دن کوئی نہ کوئی بیمار سوار رہتی ہے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ منہ دھو لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کھانا صاف ستھرے مقام پر بیٹھ کر کھانا چاہئے۔ کھانے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہئے۔ کھانے کے لئے مناسب طریقے سے بیٹھیں۔ لیٹ کر یا تنگی لگا کر کھانے سے غذا ہضم نہیں ہوتی۔ اور کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہئے۔ ہمیشہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ چھوٹا لقمہ لو اور اسے طرح چباؤ۔ یہاں تک کہ وہ لعاب دہن میں حل ہو کر آسانی سیٹھ میں اتر جائے۔ جب پہلا نوالہ کھا چکو تو دوسرا اٹھاؤ۔ کھانا فرش اور دسترخوان پر گرانا۔ گرم گرم کھانے کو بے صبری کے ساتھ چھوئیں مار مار کر جلدی جلدی کھانا۔ کھانے میں عیب نکانا۔ یکے بعد دیگرے بڑے بڑے لقمے منہ میں ٹھونسنا۔ جھوٹا چمچ صاف ستھرے سالن میں ڈالنا۔ کھانے وقت زور زور سے نکلنا۔ اور جسم کے کسی

اقوالِ زریہ

- خاموشی عقلندے کے دلیل ہے۔
- صاف کرنے میں جلدی کرنا شرافت ہے۔
- پردہ عورت کا حسن ہے۔
- جو شخص کانٹے بوئے اُسے برہنہ پاؤں کبھی نہ چلنا چاہئے۔
- کفایت شعار ہے بجائے خود آمدنی ہے۔
- بُرے کاموں سے ڈرنا بہادری ہے۔
- نیک خیالات نور اور روشنی کے طرح دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون ٹیلر نوالہ گیٹ لاہور

وجع المفاصل

بادی، ثقیل اور بے سار چیزوں مثلاً اردی، آلو، گو بھی بھنڈی، وال ماش، چاول اور اندرے سے پرہیز کرائیں۔ سادہ غذا سبزیاں، پھل، دودھ استعمال کرائیں۔ س: میری والدہ صاحبہ جن کی عمر چالیس پینتالیس سال ہے ایک مدت سے جوڑوں کے درد میں مبتلا ہیں ان کے لئے چند پھرنا اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو چکا ہے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

تقطیر البول

س: مجھے غار کے دوران رکوع یا سجدہ میں ہاتھ وقت پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ جس سے غار میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس تکلیف سے میں بہت پریشان ہوں۔ براہ مہربانی کوئی اچھے سے اچھا نسخہ تجویز فرمائیں۔

دارھ درد

س: بندہ کافی عرصہ سے ڈارھ کے درد میں مبتلا ہے کوئی نسخہ بتائیں؟ (غلام یحییٰ مؤذن مدینہ مسجد کراچی) ج: ماروئے سبز پلا سوراخ سے کر باریک پسین رات سوتے وقت دانتوں پر میں اور صبح کے وقت لگی کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ متواتر استعمال سے صحت ہوگی۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

ج: (ج) خدام الدین میرے موٹا ہونے کے لئے آپ نے ایک نسخہ لکھا ہے۔ جس کے اجزاء بادام کشمش اور دودھ ہیں کیا اس کے استعمال سے کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔ میں استعمال کر سکتا ہوں؟ (افزار احمد، آدمی کوٹ) ج: (د) پیشاب کے قطروں کے اخراج کے لئے ہماری دوائی مرواریدی ۳ استعمال کریں۔

حضرت شیخ التفسیر کا ترجمہ و حاشیہ

قرآن عزیز

جلد اول نمبر ۱۲۰/۱۰

پیشکش

مکتبہ انجمن خدام الدین لاہور

پیارے حضرت لاہوری کے پیارے پیارے

ملفوظات طیبات

کتابی شکل میں یک جہا

ہدیہ : صرف ۱۴ روپے

براہ راست طلب فرمائیں — ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ — تاجر حضرات رعایت کے لئے لکھیں

ناظم : انجمن خدام الدین شیرالودرواز لاہور